

مفرو غلام کا معاملہ

عَنْ جَرِيرٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجَعَ إِلَيْهِمْ.

حضرت جریر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی غلام جب اپنے آقاؤں سے فرار ہو جاتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان کے پاس واپس آ جائے۔

عَنْ جَرِيرٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرَأَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ.

حضرت جریر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی غلام جب فرار ہو جاتا ہے تو اس سے ذمہ اٹھ جاتا ہے۔

كَانَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ.

حضرت جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: جب غلام فرار ہو جاتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

لغوی مباحث

’أَبَقَ‘: قرآن مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کے قوم سے نکلنے اور کشتی کی طرف جانے کے لیے یہی فعل استعمال ہوا ہے۔ سورہ صافات میں ہے: إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ، ”جب وہ بھاگا بھری ہوئی کشتی کی طرف“ (۳۷: ۱۴۰)۔ اس محل استعمال سے واضح ہے کہ یہ کسی صورت حال سے بھاگ نکلنے کے معنی رکھتا ہے۔ عام طور پر یہ لفظ کسی غلام کے بھاگنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ غلامی ایک ناگوار صورت حال ہے، اس سے فرار اختیار کرنے کے لیے یہ ایک عمدہ لفظ ہے۔

’موالیہ‘: ’موالی‘، ’موالی‘ کی جمع ہے۔ ’موالی‘ کا لفظ یہاں آقا اور مالک کے معنی میں آیا ہے۔ یہاں یہ جمع آیا ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ غلام قانوناً اگرچہ ملکیت کسی ایک فرد کی ہو، لیکن وہ خدمت ایک خاندان کی کرتا تھا۔

’ذمة‘: ’برئت منه الذمة‘ کا محاورہ اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی شخص ایسا عمل کر دے جس کے نتیجے میں وہ اپنے اخلاقی اور قانونی حقوق سے محروم ہو جائے۔ ذمیوں کو ذمی اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ کچھ ٹیکس ادا کر کے مملکت کے نظام حفاظت میں آ جاتے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ غلام کو جو ضمان حاصل تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے۔

معنی

ان روایات میں غلام کے فرار کے نتائج بیان ہوئے ہیں۔ دور وایتیں دینی نتائج سے متعلق ہیں اور ایک روایت میں دنیوی نتیجہ بیان ہوا ہے۔ جہاں تک دنیوی نتیجے کا تعلق ہے، وہ باسانی سمجھ میں آتا ہے۔ کوئی آدمی جب یک طرفہ طور پر اپنے آپ کو کسی دائرے سے نکال لیتا ہے تو وہ اس دائرے میں حاصل حقوق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جب کوئی غلام فرار ہوتا ہے تو اس کے قول و فعل کے ذمہ دار اس کے مالکان نہیں رہتے۔ اسی طرح اسلامی

ریاست میں اپنے مالکان کے خلاف استغاثے کا حق بھی اب اسے حاصل نہیں رہ سکتا۔ کوئی ریاست ہو یا خاندان وہ کسی فرد کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری اس وقت اٹھانے کا مکلف ہوتا ہے جب وہ فرد اس کے ساتھ متعلق رہتا اور اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہوتا ہے۔ ریاست جب کسی مجرم کو سزا دیتی ہے تو وہ اس کے جان و مال کو حاصل تحفظ کو ختم کر کے دیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی فرد کوئی جرم کرتا ہے تو ریاست اور معاشرہ اس جرم کی سزا میں اس جرم کے مطابق اس کے جان و مال کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ اس اصول کا اطلاق اسی صورت میں ہوگا جب کوئی شخص اپنی معاشرے کی رکنیت کو ختم نہیں کرتا۔ فرار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص معاشرے کے حقوق کا قلابہ اپنی گردن سے اتار رہا ہے۔ چنانچہ معاشرہ بھی اپنی ذمہ داریوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں فرار ہونے والے غلام کے کفر کی خبر دی گئی ہے اور دوسری روایت میں نماز کے قبول نہ ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ کفر کے حوالے سے کتب شروح میں وہ تمام امکانات بیان ہوئے ہیں جو کچھ روایتوں میں زیر بحث آچکے ہیں۔ ہمارے خیال میں محض فرار ہونے سے تکفیر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس روایت کے دوسرے متون میں دشمنوں سے جا ملنے کی تصریح بھی بیان ہوئی ہے۔ غلام اپنی حقیقت میں جنگی قیدی ہوتے تھے۔ یہ اگر بھاگ کر اپنے وطن واپس چلے جاتے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی پر اتر آتے ہیں تو یہ واضح طور پر ارتداد ہے۔ ہمارے نزدیک تکفیر اسی وجہ سے کی گئی ہے۔ یہ تکفیر حقیقی اور کامل معنوں میں ہے۔ چنانچہ اس کی کوئی اور توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری بات کی تائید امام مسلم کے متن میں مذکور یہاں تک کہ وہ ان کے پاس واپس آجائے کی شرط سے بھی ہوتی ہے۔

تیسری روایت میں نماز قبول نہ ہونے کی وعید بیان ہوئی ہے۔ شارحین نے اس روایت کو اس اصول پر حل کیا ہے کہ معصیت کے ساتھ ہونے سے عمل خیر قبول نہیں ہوتا۔ جیسے غضب شدہ زمین پر پڑھی گئی نماز قبول نہیں ہوتی یا چوری شدہ مال کی خیرات قبول نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک یہ اصول اپنی جگہ پر درست ہے، لیکن اس کا غلام پر اطلاق محل نظر ہے۔

سورہ توبہ میں ہے:

”اِنْ سَلَطْتَ عَلَىٰ خَلْقٍ مِّنْهُمْ لَتَرْبِفُوا عَلَيْهِمْ لَتَخْرِيجَ كُرْهًا وَ لَتَمْلِكُنَّ لَهُمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَتَمْلِكُنَّ لَهُمْ اَنْفُسَهُمْ وَ لَتَكُونُنَّ مِنْهُمْ خٰفِيَةً ۚ فَلَا اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَلَ مِنْكُمْ اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَسٰقِيْنَ ۚ وَ مَا مَنَعُهُمْ اَنْ تُقَبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ اِلَّا اَنْهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ

”ان سے کہہ دو: تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تمہارا کوئی انفاق قبول نہیں ہوگا۔ تم بدعہد لوگ ہو۔ یہ اپنے انفاق کی قبولیت سے محض اس وجہ سے محروم ہوئے

وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ. کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا اور نماز کے لیے جو آتے ہیں تو مارے باندھے آتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں تو بادل نخواستہ۔“ (۵۳-۵۴)

اس آیت سے واضح ہے کہ ایمان اگر حقیقی نہ ہو تو نماز و خیرات کوئی چیز قبول نہیں ہوتی۔ کیا غلام کا فرار ہونا اس کے ایمان کو بھی غیر حقیقی بنا دیتا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سوال کا جواب اثبات میں نہیں دیا جاسکتا۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ نماز قبول نہ ہونے والی بات کچھ شرائط سے مشروط ہے۔ ممکن ہے اس روایت میں وہ غلام زیر بحث ہو جس نے فرار ہونے کے باوجود ایمان محض کچھ سہولتیں حاصل کرنے کے لیے قبول کیا ہوا ہو۔

شارحین نے اس روایت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ غلام کا فرار ہونا جائز نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے مسلمان غلام سے متعلق ہے۔ غلامی کا ایک پہلو تو جنگی قانون سے متعلق ہے۔ اس پہلو سے فرار ایک قانونی جرم ہے۔ دوسرا پہلو عہد اور معاہدے کا ہے یہ پہلو اپنے اندر دینی مضمرات بھی رکھتا ہے۔ غالباً شارحین اسی پہلو کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام نے غلامی سے نجات کے لیے دو قانونی شکلیں پیدا کر دی تھیں: ایک یہ کہ آئینگی اور خیر کے جذبے کے تحت غلام کو آزادی دے دے اور دوسری یہ کہ غلام کچھ دے کر آزادی حاصل کر لے۔ ظاہر ہے جب کسی کام کو ختم کرنے کے قانونی راستے موجود ہوں تو غیر قانونی راستے اختیار کرنے کا جواز باقی نہیں رہتا۔

متون

امام مسلم نے اس روایت کے تین متون نقل کیے ہیں۔ پہلے متن میں غلام کے بھاگنے کا نتیجہ کفر بیان ہوا ہے۔ مسلم کے متن میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ کفر کی حالت اس وقت تک کے لیے ہے جب تک وہ واپس نہ آجائے، جبکہ بعض متون میں یہ بات بیان نہیں ہوئی۔ اسی طرح ایک روایت میں ارض شرک کی طرف فرار کی صورت میں جواز قتل کی بات بھی بیان ہوئی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت کا تعلق ارتداد کے مسئلے سے ہے۔ دوسری روایت میں ذمہ داری کے اٹھ جانے کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔ اس روایت کے تمام متون انھی الفاظ پر مشتمل ہیں جو صحیح مسلم میں منقول ہیں۔ البتہ ابن ابی شیبہ نے ’السی ارض العدو‘ کا اضافہ نقل کیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ اضافہ اہم ہے، اس لیے کہ اس سے ان روایات کے ہمارے متعین کردہ مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

تیسری روایت میں نماز کے قبول نہ ہونے کی خبر منقول ہے۔ اس روایت کے متون میں ایک ہی جملہ سب

کتب حدیث میں رقم ہوا ہے۔ کتب حدیث میں ایک اور روایت بھی ملتی ہے جس میں یہ بات ایک اور انداز میں کہی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے:

ثلاثة لا تسئل عنهم: رجل فارق الجماعة و عصی أمامه و مات عاصياً، و أمة أو عبد أبق فمات، و امرأة غاب عنها زوجها قد كفها مؤنة الدنيا فتبرجت بعده فلا تسئل عنهم. و ثلاثة لا تسئل عنهم رجل نازع الله عز و جل رداءه فان رداءه الكبرياء و ازاره العزة، و رجل شك في أمر الله و القنوط من رحمة الله. (رقم ۲۳۹۸۸)

”تین لوگ ہیں جن کے بارے میں پوچھا بھی نہیں جائے گا: ایک وہ جو اسلامی ریاست سے الگ ہوا اور اس نے حکمران کی نافرمانی کی اور گناہ کرتا ہوا مر گیا۔ دوسرے وہ غلام یا لونڈی جو بھاگ گیا اور مر گیا۔ تیسرے وہ عورت جس کا شوہر غائب ہو گیا اور اس نے اس کی ضروریات میں کفالت کی تھی اور اس نے اس کے بعد بے حیائی کی۔ یہ ہیں جن کے بارے میں پوچھا بھی نہیں جائے گا۔ اسی طرح تین لوگ ہیں جن کے بارے میں پوچھا بھی نہیں جائے گا: ایک وہ جس نے اللہ کی چادر کھینچی، اللہ کی چادر اس کی کبریائی ہے اور اس کا ازار اس کی عزت ہے۔ دوسرے وہ جس نے اللہ کے معاملے میں شک کیا، اور تیسرے اللہ کی رحمت سے مایوسی۔“

کتابیات

مسلم، رقم ۶۸-۷۰؛ ابن حبان، رقم ۱۴۶۵؛ ابوداؤد، رقم ۴۳۶۰؛ نسائی، رقم ۴۰۵۴، ۴۰۵۶؛ سنن کبریٰ، رقم ۳۵۱۹؛ سنن بیہقی، رقم ۱۶۶۵۲؛ مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۹۱۷۸، ۱۹۲۶۲، ۱۹۲۶۳، ۲۳۹۸۸؛ المعجم الکبیر، رقم ۷۸۸، ۲۳۳۲، ۲۳۸۱، ۹۰۸۶؛ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۸۶۱۔